

## نزل مسیح اور آسمانی بادشاہت سے متعلق مسیحی ہزاری فکر کا تنقیدی جائزہ

### A Critical Analysis of the Second Advent and Millennial Reign of Christ

\* ڈاکٹر مشتاق احمد

\*\* ڈاکٹر محمد عالم

#### Abstract

*This short and limited article draws a sketch of the concept of the Second Arrival of the Promised Messiah, Divine Kingdom, Christian Millennialism and alike that embodies Christian theology, ethics and Christian Philosophy. Like other contemporary religions the concept of apocalypse, eschatology and a final salvation at the hand of Jesus Christ (The Promised Messiah) after his Second Arrival is dealt as a Theo-Philosophical and ethical thought in Christianity. Preliminary Christianity is seemed to be an equal sharer of Judaism in deriving the concept of catastrophic moments and of the establishment of the kingdom of the heir of Davidic family right from the Vision of Daniel expressed in the Book of Daniel of the Old Testament. In Christianity the Danielic Vision is furthered by some comprehensive texts and passages of the four Gospels, Epistles of St. Peter, St. Paul and mostly by the Vision of St. John which seems to be a Christian Edition of Daniel Book due to its thematic synonymity and similarity with the later. It is notable that the Vision of Daniel indicates a long termed kingdom run by a member of David family while the Epistles of St. Paul and certain versions of the visions of St. John predict a Divine Kingdom run by Jesus Christ (The Promised Messiah) for a spell of one thousand years. The present terms of Millennium, Millennialism and Millennial movements have been coined in the light and pursuance of the above biblical thoughts and Prophecies.*

**Keywords:** Second Advent of the Promised Messiah, Christian Theory of Millennialism, Jewish Concept of the promised Messiah, Vision of Daniel

زمانہ الم و مصائب میں کسی عبقری اور کرشماتی ذات کا اوپر سے اتر کر یا کہیں سے ظہور کر کے دنیا کو نجات سے ہمکنار کرنا آریائی اور سامی مذاہب کا مشترکہ دینیاتی قضیہ رہا ہے۔ مثلاً ہندو مت کے فلسفہ و شنو اوتار (Vishnu Re-incarnation) کے مطابق وشنو جی اب تک نو بار مادی مخلوق کا لبادہ اوڑھ کر مصائب میں پھنسے انسانوں کو نجات دلانے دنیا میں آئے ہیں۔ ان کا آخری نزل یا مہا اوتار (Maha Avetra) کہیں دو لاکھ سال بعد ممکن ہو گا<sup>1</sup>۔

زر تشتی دینیات کے مطابق عالمی مصیبت کے وقت کوئی عبقری ساوشیانت (Saoshyant) اہور مزدا کے نائب کے طور پر دنیا کو بچانے ظہور کرے گا<sup>2</sup>۔

\* پروفیسر شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی۔

\*\* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی۔

بدھ مت کے نزدیک دنیا غلطیوں سے اتنی بھر گئی ہے کہ اب کوئی بودھی ستوا (Bodhi sitva) شہزادہ نور مہر (Moon light Prince) کی روپ میں اتر کر حقیقی میتریا بدھ یا دھرم کو بحال کر سکتا ہے<sup>3</sup>۔

یہودیت مسیحیت کو اپنے اندر رہنے دیتی یا مسیحیت یہودیت کے اندر رہ کر پروان چڑھتی تو مسیح (Messiah) کے ہاتھوں دنیا کے نجات کا تصور ان کا مشترکہ قضیہ ہوتا۔ لیکن کچھ یہودیت کی تاریخی عناد اور کچھ سینٹ پال اور دیگر مسیحی مصلحین کے دینیاتی اور غیر دینیاتی اختراعات نے یہودیت اور مسیحیت کے درمیان فاصلے پیدا کئے۔ سینٹ پال نے ایک طرف تو حیدری یہودیت کے مقابلے میں مسیح کی الوہیت کا ڈھنڈورا پیٹا تو دوسری طرف اس نے غیر اولاد اسرائیل کے لئے ابراہیمی ختنہ (Circumcision) کے غیر ضروری ہونے کا حکم دیا<sup>4</sup>۔

جبکہ سینٹ جسٹن (St. Justin) نے تو یہ کہہ کر گویا یہودیت کا مذاق اڑایا کہ ختنہ ایک ایسی نشانی ہے جس کے ذریعے خدا اولاد اسرائیل کو دوسروں سے الگ تھلگ رکھ کر ان کی سزائیں تسلسل رکھنا چاہتا ہے<sup>5</sup>۔ لہذا غیر اسرائیلیوں پر اس کا دینیاتی اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ ایک قدرتی رد عمل کے طور پر پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں سمویل اصغر (Samuel the small) نے سترہ وظائف پر مشتمل یہودی صومعانی اذکار (Synagogal Benediction) میں Birkath ha Minim کے ایک بددعائی پیرا (Maledictory Para) کا اضافہ کیا جس کا پڑھنا از روئے آداب صومعہ تمام شرکائے عبادت کے لئے لازمی تھا۔ مسیحی شرکائے عبادت اسے زبان پر نہیں لاسکتے تھے۔ کیونکہ یہ دنیا میں ناصریوں (Nazarenes) کا ستیاناس ہونے کے مفہوم پر دلالت کرتی تھی<sup>6</sup>۔ نہ صرف یہ بلکہ یہودی ربیوں نے تمام خطوں کے یہودی صوامع کو لکھا کہ وہ برسر عام مسیحی شرکائے عبادت کو یوم اجتماع پر کوستے رہیں اور ان کے اختراعات سے تبرک اظہار کیا کریں<sup>7</sup>۔ مذکورہ دونوں باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے بعد بھی ایک زمانے تک اس کے شاگرد اور پیروکار یہودی عبادت گاہ میں باقاعدہ اجتماعی عبادت کے لئے جاتے تھے اور عام یہودی فرقوں کے ساتھ شریک عبادت رہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک ناصریوں (مسیحیوں) کو صرف ایک یہودی فرقہ ہی خیال کیا جاتا تھا۔ جو بعض مسائل میں بڑے فرقوں کے ساتھ اختلاف رکھتا تھا۔

یہ دینیاتی چھٹلش مقدس یروشلیم میں صومعہ یہود (Synagogue) کے مقابلے میں ایک نئی مسیحی کلیسا (Church) کے قیام کا سبب بن گئی<sup>8</sup>۔

مذکورہ حوالے سے مسیح موعود کے پس منظر میں جائیں تو حضرت مسیح کا یہودی خاندان میں پیدا ہونا، یہودیت کے دینیاتی ماحول میں پل کر جوان ہونا اور یہودیت کے بیچوں بیچ عہود خداوندی (Divine Covenants) کا پرچاری بننا منطقی طور پر ان کو حضرت موسیٰ کے دینیاتی ورثہ کا امین اور برابر کا شریک گردانتی ہے۔ اپنے خطبات اور تشریری مواعظ میں حضرت نے بار بار خود کو دین موسوی کا نمائندہ اور تکمیل کنندہ قرار دیا<sup>9</sup>۔ وہ حضرت موسیٰ کو اپنا آئینہ دل سمجھتے تھے کہ انہوں نے فرعون کے شاہی محل کی زندگی کے مقابلے میں اولاد اسرائیل کے مظلوم طبقے کے ساتھ رہنے اور لاٹھی لے کر دیار غیر میں دس سال تک بکریاں چرانے کو ترجیح دی اور مصر سے اولاد اسرائیل کے کامیاب خروج کو ممکن بنا کر خود کے ابتدائی نجات دہندہ ہونے کا ثبوت دیا<sup>10</sup>۔ وہ انہی تعلیمات اور پیشگوئیوں کو دہراتے تھے جو عہد نامہ قدیم کے انبیاء دہراتے آرہے تھے<sup>11</sup>۔ یہودیہ اور گیلی دونوں شہروں کے یہودی انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے<sup>12</sup>۔ یروشلیم میں ان کا شاہانہ داخلہ قابل دید تھا جب استقبال جلوس یہودی عید خیام کے رسم کے مطابق کھجور کے پتوں کے

گچھے (Lulav) لہرا لہرا کر انہیں خوش آمدید کہہ رہا تھا<sup>13</sup>۔ ممکن ہے کچھ جنونی شرکائے جلوس نے فرط عقیدت سے حضرت کے سواری کے اس گدھے (Ass) کا منہ چھوم لینے سے بھی دریغ نہیں کیا ہو جس کے ماڈل کو ایسٹر کے تہوار کے پہلے نقلی یک شنبہ (Palm Sunday) کے موقع پر اس دن کی یاد میں ایک علامت (Symbol) کے طور پر شاہراہوں پر اس انداز سے پھرایا جاتا ہے کہ حضرت اس پر سوار ہیں اور جلوس اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے<sup>14</sup>۔

پھر یہودیت اس وقت بھر گئی جب حضرت نے تنقیدی اور ادعائی لہجہ میں فریسیوں کے اعمال پر اظہار خیال فرمایا اور ان کو ریاکاروں، سانپوں اور قاتلوں سے تشبیہ دی<sup>15</sup>۔ یہودیوں نے حضرت کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کو گھیر کر ایک جلوس کی شکل میں سرکار کے سامنے پیش کیا۔ اس بار کا جلوس پہلے سے مختلف تھا۔ حضرت کے سر پر کانٹوں اور گھاس پھوس کا استہزائی تاج سجایا گیا تھا اور شرکائے جلوس اس پر چاروں طرف سے تھوکتے اور طمانچے رسید کر کر کے آگے بڑھ رہے تھے<sup>16</sup>۔

شاید یاقیناً انہی دو مختلف تاریخی تجربات کی بنیاد پر یثرب کے یہودی برادری نے اس جلوس میں شرکت کرنے سے گریز کیا جو اس اور خنزرج قبائل نے ہجرت نبوی کے وقت پیغمبر اسلام ﷺ کے استقبال کے لئے ترتیب دیا تھا کہ وہ دوسری بار ایک نبی کا استقبال کر کے بعد میں اس سے منہ موڑنے کا الزام سر نہیں لینا چاہتے تھے۔ حضرت کے بعد جیسا کہ کہا گیا یہودیت اور مسیحیت کے درمیان کاتافربڑھتا گیا۔ مسیحیت نے نہ صرف اپنا جدا معبد تعمیر کیا بلکہ حضرت کی تعلیمات کی روشنی میں عہد نامہ قدیم کو سمجھنے اور مسیحی فکر کو پروان چڑھانے کے لئے الگ دینیاتی فکر اور منہج کو بھی فروغ دیا۔ مابعد کی صدیوں میں مسیحیت کے اندر کارل بار تھ (Karl Barth) کا منہج مطالعہ حیات مسیح یا مسیحیات (Christology) یا پاپال کنیٹر کے بقول مسیحی نظام فکر (Christomonism)، مطالعہ حیات مریم یا مریمیات (Mariology) اور مطالعہ تکفیریات (Satoriology) کے تدریجی ارتقاء نے مسیحیت کو یہودیت سے اتنا ہی الگ تھلگ اور مختلف بنا کر رکھ دیا جتنا وہ ہندومت اور دیگر آریائی مذاہب سے الگ تھلگ اور مختلف رہا ہے<sup>17</sup>۔

پہلی صدی عیسوی کی ابتداء میں مسیحیت کے اندر حضرت کی آمد ثانی اور ان کے ہاتھوں رومی یہودی گٹھ جوڑ سے مسیحی نجات اور یک ہزاری آسمانی بادشاہت کا تصور تو اتنا گرم اور نشاط انگیز تھا کہ جیسے صبح ہوتے ہی حضرت زمین پر اتر چکے ہوں گے۔ تاہم جب اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تو کچھ بھلے لوگوں نے مذکورہ تصور کو شخصی اموات اور برزخی حساب و کتاب اور آسمانی بادشاہت کو زمین پر پیار و محبت اور عدل و انصاف سے بھرپور عام حکمرانی سے تعبیر کیا<sup>18</sup>۔

دینیاتی حوالے سے حضرت کے مسیح ہونے یا اولاد اسرائیل کا بادشاہ ہونے کی پہلی خوشخبری حضرت کی ولادت سے پہلے کسی فرشتے نے خواب میں مریم کے شوہر یوسف بن داؤد نجار کو دی تھی<sup>19</sup>۔

پھر جب حضرت کی ولادت ہوئی تو بیت اللحم کے قرب و جوار کے چرواہوں کو ایک اور فرشتے کے ذریعے ایک منجی کی پیدائش کی خبر دی گئی<sup>20</sup>۔

بعد ازاں حضرت کی ولادت کے اگلے دنوں میں مشرق کے کچھ مجوسیوں (Magis) نے ہیرودس (Herodes) کے دربار میں آکر اسے یہودیوں کے بادشاہ کی پیدائش کی خبر دی اور پھر خود مریم کے گھر جا کر حضرت کا دیدار کیا اور خاموشی سے واپس چلے گئے<sup>21</sup>۔

اس سے بہت پہلے یوحنا پتسمائی (John Baptist) یہودیہ کے بیابانوں میں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دینے والے کسی غیر معمولی شخص کی دنیا میں آمد کا اعلان کرتے سنے گئے تھے<sup>22</sup>۔ جوانی میں حضرت نے یوحنا پتسمائی (John Baptist) سے ملاقات کی تو یوحنا نے مختلف پیرایوں اور کنایات میں حضرت کے مسیح موعود ہونے کی نشاندہی کی<sup>23</sup>۔

مسیحی دینیات کے مطابق بعد از تصلیب حضرت کی بیداری<sup>24</sup> (Resurrection) نے حضرت سے متعلق اولادِ اسرائیل کے مسیحائی امید (Messianic Hope) کی تکمیل کے تصور کی حقیقی توثیق کی<sup>25</sup>۔ کہ عہد نامہ قدیم میں مذکور امن کی بادشاہی کے قیام اور اولادِ اسرائیل کو خانہ اسرائیل میں جمع کرنے کی پیشگوئیوں کا سہرا حضرت کے سر ہے۔

مقی، مرقس اور لوقا جیسے ابتدائی تین مترادف المفہوم اناجیل (Synoptic Gospels) مقدس یروشلیم کے قرب و جوار میں حضرت کے ان خطبات اور تبشیری مواعظ کی تفصیل فراہم کرتی ہیں جن میں انہوں نے حضرت کی آمد، اختتام عہد (Apocalypse)، آسمانی یا ابن آدم کی بادشاہت، آسمانی حکمرانی کے کنجیوں اور اس میں مقرب مسیحیوں کے دخول، شیطانی قوتوں سے لڑائی اور آخری عدالت کے انعقاد کی تصریح کی ہے<sup>26</sup>۔

کچھ اور متعلقہ تفصیلات انجیل یوحنا، مراسلات پولس اور مراسلات پطرس نے بھی فراہم کی ہیں<sup>27</sup>۔

موضوع سے متعلق مکاشفہ یوحنا کافی سنسنی خیز ہے جہاں یوحنا عارف غنودگی کے عالم میں بکلیوں کی کوند اور کڑھک کے بچوں بیچ ایک تخت پر کسی کو بیٹھتے دیکھتا ہے جس کے سامنے کانچ کا سمندر ہے۔ تخت کو تحمید و تعجید میں مصروف چار جانداروں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ عارف کو بتایا جاتا ہے کہ یہ شخص ابد الابد تک اس تخت پر بیٹھا رہے گا<sup>28</sup>۔

اگلے مرحلہ پر یوحنا غنودگی میں متعدد گھڑ سواروں کی قیادت کرتے ہوئے سفید گھوڑے پر سوار ایک آدمی کو آسمان سے نیچے آتے دیکھتا ہے۔ گھڑ سوار کے سر پر بہت سے تاج سجے ہوئے ہیں۔ اس کی آنکھیں آگ کے شعلے اگل رہی ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ کوئی سچا اور برحق آدمی ہے جو باطل کے خلاف لڑنے کے لئے پر تول رہا ہے<sup>29</sup>۔ جبکہ متی بادلوں کے اوپر، پطرس عام طریقے سے اور سینٹ پولس فرشتوں کی معیت میں بھڑکتی آگ کے درمیان زمین کی طرف حضرت کے نزول کا ذکر کرتے ہیں<sup>30</sup>۔

کسی عبقری کے آسمان سے نزول سے متعلق مکاشفہ یوحنا کی عبارت عہد نامہ قدیم کے کتاب دانیال کا مسیحی ایڈیشن لکھتا ہے جس میں حضرت دانیال غنودگی کے عالم میں سفید لباس میں ملبوس اون جیسے بالوں والے عمر رسیدہ شخص (قدیم الایام) کو آتشیں پہیوں والی تخت پر بیٹھے دیکھتا ہے جس کے سامنے آگ کا ایک سمندر بہہ رہا ہے۔۔۔۔ پھر دانیال بادلوں کے جھرمٹ میں ایک آدم زاد کو آسمان سے اترتے اور قدیم الایام کی طرف بڑھتے دیکھتا ہے۔ جہاں قدیم الایام اسے ایک دائمی، ابدی اور لازوال سلطنت، حشمت اور مملکت سے نوازتا ہے<sup>31</sup>۔

یہاں یہ واضح رہے کہ عہد قدیم کے بے بسیاہ نبی اور خود دانیال کے کسی مسیح موعود یا خاندانِ داؤد کے نسل کے ایک غیر معمولی، عبقری اور کرشماتی (Charismatic) شخصیت اور شہزادہ امن کے ہاتھوں تختِ داؤدی کی بحالی اور سلامتی سے بھرپور اور پر امن بادشاہت کے انعقاد کی پیشگوئی دے چکے تھے<sup>32</sup>۔

عہد نامہ جدید میں حضرت کی طرف سے منسوب آسمانی بادشاہت اور اس میں حضرت اور اس کے مقربین کے ممکنہ کردار کا قضیہ پیچیدہ اور انتہائی حد تک متفہم طلب ہے۔ آسمانی بادشاہت سے متعلق حضرت کی بیان کردہ تمثیلات کرہ ارضی پر کسی ایسی منفرد اور

ایک ہزار سال پر محیط مادی مملکت الہیہ کی خاموہ نشاندہی نہیں کرتیں۔ جس میں حضرت کو جنت اور دوزخ میں لوگوں کو بھیجنے کا اختیار حاصل ہو۔ خود متعدد مسیحی مفکرین نے جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے اسے امن، عدل اور محبت کی زندگی کے معنوں میں لیا ہے<sup>33</sup>۔

آسمانی بادشاہت سے متعلق لوقا کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جیمز پارکس (James Parkes) نے بھی کہا ہے کہ حضرت کے قول کے مطابق اگر آسمانی بادشاہت ہمارے ارد گرد کی دنیا میں موجود ہے تو یہ اب ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنے رویوں اور اعمال کی درستگی کے بل بوتے اس میں داخل ہوں۔ جیمز لکھتے ہیں:

“For he (Jesus) taught that the reign of God existed and now, and that it depended on our personal attitude, whether we were within or outside its scope ..... if it is by the finger of God that I cast out the demons, then the kingdom of God has come upon you (Luke, 11:20) and again, the kingdom of God is in the midst of you” (Luke, 17:21).<sup>34</sup>

ایک اور مسیحی مفکر پولس کنیٹر (Paul Knitter) نے بھی حضرت کے ذکر کردہ آسمانی بادشاہت کو معنوی طور پر دنیا میں عدل عام کے قیام سے تعبیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

“What Christians do know, on basis of their praxis of following Jesus, is that his message is a sure means for bringing about liberation from injustice and oppression, that it is an effective, hope filled, Universally meaningful way of realizing *Soteria* (Human Welfare and Liberation of the Poors and Oppressed) and promoting God's kingdom.....”<sup>35</sup>

مسیحیت کے اندر مطالعہ تکفیریات (Soteriology) اور دینیاتی نجات یا نجات بذریعہ دینیات (Liberation Theology) آسمانی بادشاہت سے متعلق مذکورہ تعبیرات کی جدید اطلاقی صورتیں ہیں جن کے تحت سماجی بہبود کو نمٹایا جاتا ہے۔ مارٹن لوتھر جونیر (Martin Luther Jr.) کے نزدیک دینیاتی نجات ہی حضرت کا پیغام ہے کہ محبت کے ہتھیاروں سے ظلم کا مقابلہ کیا جائے<sup>36</sup>۔

عوامی جمہوریہ کنگو (Congo) کے مسیحی مفکر باکول والینگا (Bakol wa Ilunga) کے نزدیک غریبوں کو غربت اور مظلوم کو ظلم سے نکالنا ہی آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا ہے کیونکہ حضرت کے نزدیک (کنجوس) مالداروں کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل لگتا ہے<sup>37</sup>۔

کہیں اگر حضرت نے آسمانی بادشاہت سے متعلق کوئی تمثیل دی ہے تو بعد ازاں از خود یا کسی شاگرد کے استفسار پر اس کی توضیح بھی فرمائی ہے۔ مثلاً متی کے مطابق ایک بار حضرت نے آسمانی بادشاہت کو اس کسان سے تشبیہ دی ہے جس کے بوئے ہوئے بیج میں اس کے کسی دشمن نے خراب اور کڑوے پودوں کا بیج بو دیا ہو۔ کسان نے کہا کوئی بات نہیں کٹائی کے وقت وہ عمدہ میں سے کڑوے بیج کے پودے الگ کر کے جلادے گا اور عمدہ پودے سنبھال کر رکھے گا<sup>38</sup>۔ شاگردوں کے استفسار پر حضرت نے وضاحت کی کہ دنیا کھیت اور اس میں عمدہ بیج بونے والا ابن آدم ہے عمدہ بیج بادشاہی کے اور کڑوا بیج دشمن (ابلیس) کے فرزند ہیں۔ کٹائی کا دن یوم آخر اور کاٹنے والے فرشتے ہیں جو بدکاروں کو کڑوے دانوں کی طرح جمع کر کے آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے اور راست باز باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی طرح چمکیں گے<sup>39</sup>۔ حضرت نے اسی مفہوم کو کسی مائی گیر کے جال میں پھنسی ہوئی عمدہ اور غیر عمدہ مچھلیوں کی صورت میں بھی واضح کیا ہے<sup>40</sup>۔

دیکھا جائے تو عام دینیات بھی یوم آخر کے موقع نیک لوگوں کو جنت اور برے لوگوں کو جہنم میں بھیجنے کا ذکر کرتی ہیں یہی آخرت کی خدائی بادشاہت ہے۔ اسلامی دینیات بھی اسے آخرت کی خدائی بادشاہی قرار دیتا ہے کہ ”لمن الملک الیوم اللہ الواحد القہار“<sup>41</sup> یعنی آج بادشاہت کس کی ہے۔۔۔ خالص واحد اور قہار اللہ کی۔ یا ”ان المتقین فی جنت ونہر۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر“<sup>42</sup>۔ یعنی راستباز لوگ ممتی لوگ ایک باختیار بادشاہ کے ہاں سچائی کے مقام اور جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ خود مسیحیت کے اندر قرون وسطائی تصورات کے تحت بعد از برزخ کے متعدد مراحل (Purgatories) کو تسلیم کیا گیا ہے جہاں شیروں کو سزا اور نیکوکاروں کو جزا سے نوازا جائے گا<sup>43</sup>۔

آسمانی بادشاہت کی اور درجنوں تشبیہات اور تمثیلات میں رائی کے دانوں<sup>44</sup>، مخلوط خمیر<sup>45</sup>، پوشیدہ خزانے اور قیمتی موتیوں<sup>46</sup> اور تانکستان کی تمثیلات<sup>47</sup> قابل ذکر ہیں۔

کبھی حضرت تمثیلی پیرایوں سے ہٹ کر لوگوں کو توبہ کرنے اور بچوں کی طرح معصوم ہو کر آسمانی بادشاہت میں حصہ دار بننے کی تلقین کرتے<sup>48</sup>۔

حضرت نے ایک بار ایک مالدار نوجوان کے بارے میں جو دنیا میں خیرات سے پہلو تہی کرتا تھا فرمایا: اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا آسان ہے لیکن (کنجوس) مالدار کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے<sup>49</sup>۔ دیکھا جائے تو قرآن کریم بھی بدکاروں کے لئے آسمان کے دروازوں کا کھولنا اور ان کا جنت میں داخل ہونا اونٹ کے سوئی کے ناکے میں گزرنے سے زیادہ مشکل گردانتا ہے<sup>50</sup>۔ یہ ایک دینیاتی توافق ہے گو کہ مؤخر الذکر کے پیروکار اسے کسی دنیوی سلطنت سے تعبیر نہیں کرتے۔

متعدد بار حضرت نے اپنے مد مقابل یہودی فرقہ فریسی کو دعوت عام ترک کر کے لوگوں پر آسمانی بادشاہت کے دروازے بند کرنے کا طعنہ دیا۔ کہ نہ وہ خود داخل ہوتے ہیں نہ دوسروں کو داخل ہونے دیتے ہیں<sup>51</sup>۔

حضرت نے کئی بار بھوکوں کو کھلانے، پیاسوں کو پلانے، بے خانماؤں کو آباد کرنے اور ننگوں کو پہنانے کے بابرکت عمل کو خدائی بادشاہت کا قائم مقام قرار دیا<sup>52</sup>۔

قرآن کریم بھی غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کرانے، یتیموں اور مسکینوں کو کھلانے، صلہ رحمی کے عمل کو کسی تنگ گھاٹی سے بخیرو عافیت گزرنے کا قائم مقام ٹھہراتا ہے<sup>53</sup>۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا پہلی ہزاری کے ابتدائی تین صدیوں میں یہودی رومی گٹھ جوڑ سے نالاں ستم زدہ مسیحی روم کے استبدادی سلطنت کے مقابلے میں حضرت کی آمد اور آسمانی بادشاہت کے قیام کا شد و مد سے پرچار کر رہے تھے۔ تاہم چوتھی صدی عیسوی میں جب مسیحیت روم کا سرکاری مذہب بنا اور حضرت کے پیروکاروں کو اقتدار نصیب ہوا تو حضرت کی آمد اور آسمانی بادشاہت کے قیام کے قضیے کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا۔ تاہم جب ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام نے سلطنت روما کے مشرقی حصے کو بازنطینیوں سے چھین لیا اور یروشلم اور ارض مقدسہ اسلام کے قبضے میں آگیا تب پوپ ابن دوم نے حضرت کی جائے پیدائش اور جائے پرواز کو اسلام سے واپس چھین لینے کے لئے صلیبی جنگیں برپا کیں<sup>54</sup>۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام سپین کو فتح کر چکا تھا اور اس کی فوجیں ایشیائے کوچک اور وسطی یورپ تک پیش قدمی کے لئے منصوبہ بندی کر رہی تھیں۔ صلیبی جنگوں کا سب سے بڑا مقصد یروشلم کی سر زمین کو حضرت کے آمد ثانی کے لئے مسلمان مشرکین (Infidels) سے صاف کرنا تھا<sup>55</sup>۔

صلیبی جنگوں میں حتمی ناکامی نے مسیحیت کو سکھا دیا کہ اگلی بار یروشلم کی آزادی کے لئے یہودیت کے کندھوں پر بندوق رکھنی چاہئے تاکہ بیسویں صدی عیسوی میں اگر اولاد اسرائیل مقدس یروشلم کو مسلمانوں سے چھیننے میں ناکام رہیں تو کم از کم اس کا الزام تو مسیحیت کو نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایک ہی خطہ میں دوبار کی شکست کا جھومر اپنے ماتھا پر سجانا مسیحیت جیسے معقول مذہب کو زیب نہیں دیتا۔

اگر فلسفہ اور تاریخ کے درمیان چھپن چھپائی ایک تاریخی عمل ہے جس کے تحت کبھی تو فلسفیانہ تصورات تاریخی صداقتوں اور کبھی تاریخی صداقتیں فلسفیانہ تصورات کو ہڑپ کر جاتی ہیں تو یہودیت کو بھولنا نہیں چاہئے کہ مشرق وسطیٰ میں گھسیٹ کر اسے ہڑپ کروایا جا رہا ہے۔ پھر مقدس یروشلم کے گرد و نواح میں مسیحی اسلحہ سے لیس یہودیت کی فوج کو پیچھے مڑ کر دیکھنا ہو گا کہ اسلام سے اس کے خالی کردہ علاقے میں مسیحیت حضرت کے آمد ثانی کے لئے استقبالی تخت تو نہیں بچھا رہی ہے!

یروشلم کے ساتھ یہودیت کے برابر مسیحیت کی بھی دینیاتی اور تاریخی نسبتیں ہیں۔ یہودیت اگر سمجھتی ہے کہ مقدمہ قتل مسیح کی طرح مسیحیت ان کے حق میں یروشلم کے استحقاق ملکیت سے بھی دستبردار ہو جائے گی تو یہ اس کی خوش فہمی، خام خیالی اور بھول ہوگی۔

ایک طرف یہودیت عہد نامہ قدیم میں ذکر شدہ مسیح کی اصطلاح کو حضرت پر چسپاں کرنے اور ان کو یروشلم کے تخت کا حقیقی داؤدی وارث (Davidic Heir) تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو دوسری طرف خود حضرت بھی اپنی زمینی زندگی میں یہودی اختراع سے بھاگ دہل برأت کا اظہار کر چکے تھے۔ اب تیسری ہزاری میں یہودیت اور مسیحیت کا آپس میں شیر و شکر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہودیت بزعیم خویش کوڑا کرکٹ کے ایک متعفن اور بدبودار ڈھیر میں مدفون ایک "مقتول باغی" کو اپنے حق میں مسیح اور نجات دہندہ بھی سمجھ بیٹھے۔

اس کے برعکس حضرت کی زندگی اور ان کی رفع الی السماء اور ان کی آمد ثانی اور شیطان کے خلاف لڑنے کے بارے میں مسیحیت اور اسلام کے درمیان کافی دینیاتی توافق پایا جاتا ہے۔ اب ماضی کا مستقبل میں کو دجانا اگر تاریخی حقائق میں سے ہے تو یہاں اس امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت کی آمد پر جہاں مسیحیت اور اسلام الگ الگ طور پر جشن آمد مسیح کی خوشیوں میں مصروف ہونگے وہاں یہودیت کو صیہون پر چڑھ کر ایک اور مسیح کی راہ تکلی بیٹھی ہوگی اور یوں متوقع ہر مجدوں (Armageddon) میں یہودی مسیحی تحالف کے ساتھ کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹ جائے گی۔

کچھ آزاد خیال (Liberal) مسیحیوں نے مسیحی تصور قیامت (Eschatology) اور اس کی ضمنیت سے متعلق حضرت دانیال کے خوابوں پر کڑی تنقید کی ہے ان کے نزدیک کتاب دانیال کوئی ایسا افسانہ ہے جسے ۱۶۹ ق م میں کسی غیر معروف شخص نے مرتب کیا ہے۔ ان کے خیال میں خواب دانیال میں چار درندوں میں چوتھے درندے<sup>56</sup> سے مراد اگر قدیم یونان کا سلوسیدی سلطنت (Seleucid Empire) ہے جسے سلوکس رول نکاٹر (Seleucus I Nicator) نے 312 ق م میں قائم کیا تھا۔ تو ۱۶۹ ق م میں دانیال کے خواب میں وہ ماضی کا حصہ بن چکی ہے اسے مستقبل کی پیشگوئی قرار دینا درست نہیں۔ اس حوالے سے خواب

دانیال پیشگوئی نہیں بلکہ ماضی کی تاریخ لگتی ہے۔ جبکہ راسخ انجیل، قد امتی اور رجعتی (Orthodox) فرقے خواب دانیال کو ۵۳۰ ق م پر انجیل کرتی ہیں اور اس میں چار درندوں کا اطلاق علی الترتیب سلطنت بابل، سلطنت فارس، سلطنت یونان اور سلطنت روما کے اس دوسرے مرحلے پر کرتی ہیں۔ جو ابھی قائم تو نہیں ہو چکا ہے تاہم اس کی ابتدائی علامات یورپی اتحاد (European Union) کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں<sup>57</sup>۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں ایک بار پھر ایک طاقتور روم منظر عام پر آجائے گا۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی امام مہدی کی قیادت میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان فرات اور بحر متوسط کے درمیانی خطے میں گھمسان کی لڑائیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو دجال کے خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر اختتام پذیر ہو گئیں<sup>58</sup>۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل کا ہر مجددون (Armageddon) اسلام اور مسیحیت کے درمیان ہی کسی حتمی اور آخری لڑائی کا نام ہے۔

جدید مسیحیت میں تیسری ہزاری سے پہلے بھی خدائی گواہ (Jehovah's Witness) جیسے مکاتب فکر حضرت کی آمد ثانی اور اختتام عہد حاضر کی امید پر جی رہی تھیں جبکہ اتحاد دگر (Unification) کے پیشوا مون سن مایونگ (Moon sun Mayung) حضرت کے اشارے پر ۱۹۳۵ء میں خود کو ان کا نقیب بھی گردان چکے تھے۔ تاہم ان دونوں کے اندر اتنا ولولہ اور جان نہیں تھی جتنا ولولہ ۲۰۰۰ء کے بعد کے قدرتی آفات، بڑی طاقتوں کا مقامی جنگوں میں شرکت اور نائن الیون کے حادثہ نے ان میں اور مسیحی دنیا میں پیدا کیا جہاں نوزائیدہ ہزاری تحریکات (Millennial Movements) نے دنیا کو باور کرنے کی کوشش کی کہ تیسری ہزاری حضرت کی آمد اور فنائے عالم کی نشانی ہے اور جہاں بعد میں تصور ہزاریت (Millennialism) ایک دینیاتی سیاسی (Theo-political) اصطلاح کی شکل میں سامنے آیا<sup>59</sup>۔

کچھ مکاتب فکر نے انجیل کا حوالہ دیکر اس تیسری ہزاری کو تباہ کن ہزاری (Catastrophic Millennia) قرار دیا جس کے اندر مقررین کے سوا باقی دنیا کو تباہ ہونا اور پھر حضرت کو آنا ہے۔ کچھ اور کے نزدیک یہ ایک رو بہ عروج ہزاری (Progressive Millennia) ہے جب دنیا کو کچھ ہوتے بغیر لوگ اپنے اعمال کی اصلاح کے نتیجے میں حضرت کی حکمرانی میں داخل ہوں گے جو آئندہ ایک ہزار سال تک قائم رہے گی<sup>60</sup>۔

سینٹ پال نے بھی حضرت کی آمد کی گھڑی کو لمحہ نائمہ (Rapture) قرار دیا تھا جب مقدس مسیحی بادلوں پر چڑھ کر حضرت کا استقبال کریں گے<sup>61</sup>۔

حضرت کی آمد ثانی سے متعلق جدید ہزاری تحریکات کی پیشگوئیاں کافی دلچسپ اور البیل لگتی ہیں۔ خدائی گواہ (Jehovah Witnesses) کے پیشوا چارلس تازرسل (Charles Taze Russel) نے ۱۸۷۲ء کو حضرت کی آمد کا سال قرار دیا۔ پھر ۱۸۷۸ء اور اس کے بعد ۱۹۱۴ء، ۱۹۲۵ء اور آخری بار ۱۹۷۵ء کی نئی تاریخیں دی گئیں۔ تاہم جب حضرت دکھائی نہیں دیئے تو تحریک والوں نے جھنجھلا کر تاویل کی کہ حضرت دنیا میں آچکے ہیں تاہم صرف یہووائی گواہان ہی ان کے وجود لطیف (Transparent Existence) کا ادراک اور مشاہدہ کر سکتے ہیں<sup>62</sup>۔

انجیل میں عمدہ بیچ کو چن کر اٹھانے کی تمثیل کو بنیاد بنا کر مسیحی کتب فکر باب بہشت (Heaven Gate) کے روحانی پیشوا مارشل ہرلف اپیل وائٹ (Marshal Herlf Apple White) کا کہنا ہے کہ اس ہزاری میں پہلے ایک پراسرار اژن طشتری (UFO)<sup>63</sup> کے ذریعہ مقرب مسیحیوں کو مقام اعلیٰ (Telah) پہنچا دیا جائے گا اس کے بعد ہی بد عنوان دنیا تباہی سے دوچار ہو جائے



گی۔ پھر جب مقامی طور پر ایک دم دارستارے (Hale Bopp) کو افق پر دیکھا گیا تو درجنوں بابیوں (Gatians) نے کہہ کر خود کشی کی کہ ان کا قدیم روحانی پیشوا بوٹی نیٹلس (Bonnie Nettles) ان کو اٹھانے پر اسرار اٹن طشتری میں پرواز کر رہا ہے اور یہ کہ مقدس موت (خود کشی) کے ذریعے وہ اڑ کر ان کی طشتری پر سوار ہو سکتے ہیں<sup>64</sup>۔ نہ صرف یہ بلکہ ۲۰۰۰ء میں یوگنڈا کے فرقہ بحالی احکام عشرہ (Decalogue Restoration Movement) کے متعدد ارکان نے اس امید پر خود کشی کی کہ مقدس ماں مریم انہیں گود میں اٹھا کر جنت پہنچا دینے کا انتظار کر رہی ہے<sup>65</sup>۔

اس سے پہلے ۱۹۹۴ء میں داؤد کورش کو مسیح ماننے والے فرقہ داؤدی (David Branch) نے بھی اس قسم کی سماج بیزاریت (Eccenetricy) کا مظاہرہ کر کے خود کو (FBI) کے ہاتھوں مروا دیا تھا۔ ۱۹۹۴ء ہی میں فرانس میں جوزف میمبرو (Joseph Membro) کے فرقہ آرڈر آف سولر ٹمپل (Order of Solar Temple) والوں نے یہ دعویٰ کر کے خود کشی کی کہ دوسری دنیا سے ان کے آنجہانی میمبرونے انہیں پیغام دیا ہے کہ دنیا تباہ ہونے والی ہے اور یہ کہ مقدس موت ہی انہیں بحفاظت اگلے سیارے پہنچا سکتی ہے<sup>66</sup>۔

اس قسم کی سماج بیزاریت (Eccenetricy) اور دینیاتی خوش خیالی (Theological presumptuousness) کے نتیجے میں اس سے پہلے جزیرہ کریٹ کے درجنوں جنونی یہودیوں نے خود کو موسیٰ ثانی ظاہر کرنے والے خطبی کی قیادت میں سمندر میں چھلانگ لگا کر خود کشی کی تھی کہ خدائی کشتیوں میں یروشلیم کو پہنچنے کا یہی ایک راستہ باقی رہ گیا ہے<sup>67</sup>۔ عالم بیداری میں رویت مسیح اور رویت مریم جدید مسیحیت کا ایک اور دلچسپ موضوع ہے۔

فرانس کی ایک کسان لڑکی برناڈیٹ (Bernadette) اور میکسیکو کے جوان ڈیگو (Juan Diego) نامی لڑکی کے علاوہ فلوریڈا اور ویٹ نام کے متعدد لوگوں کا دعویٰ رویت مریم اس موضوع کا دلچسپ پہلو ہے<sup>68</sup>۔

لیکن شمالی کوریا کے سرگرم مسیحی تحریک اتحاد (Unification) کے بانی اور مسیح ہونے کے دعویٰ دار سن مایونگ مون (Sun Mayaung Moon) کا دعویٰ رویت مسیح اس سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جب الیٹر کے مقدس تہوار کے موقع پر حضرت اس کے خاتفہ میں نمودار ہوئے اور اسے نامکمل مسیحیت کو مکمل کرنے کی ہدایت کی۔ مون جنوبی امریکہ میں ہجرت لاکھ ایکڑ زمین پر اپنے تعمیر کردہ خوبصورت اور پرفریب مشرقی جنت امید جدید (New Hope East Garden) کو حضرت کے آسمانی بادشاہت کا نقطہ آغاز (Zero Point for the Kingdom of God) گردانتے ہیں، مون کے مطابق اس کی آنجہانی ساس اور اس کا آنجہانی بیٹا دوسری دنیا سے اس کی معاونت کر رہے ہیں<sup>69</sup>۔

مسیحیت کے ہاں غیر حواریوں کا عالم بیداری میں رویت مسیح کا دعویٰ کوئی اچھنبا اور انوکھی بات نہیں ہے۔ سینٹ پال جیسے غیر حواری نے بھی تو عالم بیداری میں دمشق کے راستے حضرت کی رویت کا دعویٰ کیا تھا<sup>70</sup>۔

جدید امریکی روحانیت (American spiritualism) کے تحت اس قسم کے متصوفانہ تجربات اور پیغامات کے ذریعے رابطہ ارواح رفتہ (Departed Soul Contact) ایک مثبت دینیاتی پہلو گردانا جاتا ہے۔

مارمونی (Mormonides) یا (Church of Jesus Christ of Latter day saints) مکتب فکر کے بانی جوزف سمٹھ (Joseph Smith) بیک وقت حضرت مسیح اور خدا دونوں کی رویت تک کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس کے تین سال بعد مارونی

(Maroni) نامی فرشتہ نے اسے سونے کی تختیوں پر کندہ خدائی وحی سے نوازا۔ جسے جوزف نے 1830 عیسوی میں کتاب مارمون (The Book of Marmon) کے نام سے شائع کیا۔ وہ انجیل کے بعد دوسرا مقدس صحیفہ گردانا جاتا ہے<sup>71</sup>۔

مارمونی خود کو سمندر پار امریکہ میں اولاد اسرائیل کے گمشدہ نفتالی قبیلہ کی نسل سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ایلونائی (Illinois) میں ناوو (Nauvoo) کے نام سے الگ شہر آباد کیا ہے۔ جسے نئی یروشلم (New Jerusalem) کے برابر کا درجہ حاصل ہے<sup>72</sup>۔

مارمونی روایات کے مطابق ایک بار سفید کپڑوں میں ملبوس حضرت مسیح نفتالیوں کے ایک بڑے مجمع میں اترے اور انہیں پہاڑی والا وعظ من وعظ سنار واپس اوپر چلے گئے<sup>73</sup>۔

مسیحیت میں 1863ء میں معرض وجود میں آنے والا آمدگان روز ہفتم (Seventh Day Adventis) کے مکتب فکر نے 1840 عیسوی کو دنیا کی تباہی اور حضرت کی آمد کا سال قرار دیا تھا تا کہ حضرت آکر اپنی ہزار سالہ بادشاہت قائم کر کے ایلیس کو اتنے ہی عرصہ کے لئے گرفتار کر کے رکھے۔ پھر جب یہ سال بہ خیریت گزر گیا تو انہوں نے پیغمبرانہ پیشگوئیوں کی غلط تعبیر کا اعتراف کر کے کہا کہ حضرت کی آمد سے متعلق کوئی قطعی اور حتمی تاریخ نہیں دی جاسکتی۔ البتہ اُن کا آنا کسی بھی لمحے ممکن ہے۔ جب خدا موجودہ زمین کو تباہ کر کے ایک نئی زمین تخلیق کرے گا اور اُسے مقرب مسیحیوں کے سپرد کر دے گا<sup>74</sup>۔

حضرت کی آمد سے متعلق مؤخر الذکر تعبیر بالکل صحیح اور برجستہ ہے۔ دیکھا جائے تو کسی بھی ہزاری مکتب فکر (Millennial School of Thought) کی طرف سے آمد مسیح کے وقت قطعی تعین انجیل کے اُن نصوص سے متصادم ہے جس میں حضرت خود کے اچانک اترنے کی تصریح کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، ”پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا خداوند کس دن آئے گا۔۔۔۔۔ اس لئے تم بھی تیار رہو کیونکہ جس گھڑی تم کو گمان بھی نہ ہو گا ابن آدم آجائے گا“<sup>75</sup>۔

جدید کلیساؤں نے مریم اور مسیح کو زیادہ سے زیادہ پراسرار دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مثلاً فرانس کی کلیسا پانی کے اُس چشمے کو مقدس اور متبرک سمجھتی ہے جو مریم کے قدموں تلے اُس وقت پھوٹ پڑا تھا جب وہ برناڈیٹ نامی لڑکی پر ظاہر ہونے کے لئے زمین پر اتری تھی۔ مقامی روایات کے مطابق اُس کا پانی ہر لاعلاج مرض کی دوا ہے<sup>76</sup>۔

کیسل کلیسا (Castle Charch) نے حضرت مریم کے کچھ بال اور کانٹوں کے اس استہزائی تاج کا ایک تنکا جو تھیلیب سے پہلے حضرت کو پہنایا گیا تھا ویٹن برگ (Wittenberg) کے مقام پر بطور تبرک محفوظ کر رکھا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ کوئی مسیحی اگر مخصوص دنوں میں اُن کی زیارت کر کے چندہ دیدے تو وہ خود کو اور بیس لاکھ سال سے برزخی تعذیب (Purgatory) میں مبتلا اپنے مردگان کو رہائی دلا سکتے ہیں۔<sup>77</sup>

### حواشی و حوالہ جات:

<sup>1</sup> شریمد بھگوت گیتا (اردو)، ص ۱۰۲۔

Mary Pat Fisher, *Living Religions*, (New Jersey: Printice Hall, 2005.), P.442.

<sup>2</sup> ژند اوتتا، زمیادیشٹ ۲: ۸۷۔

<sup>3</sup> <https://en.wikipedia.org/wiki/missanism>, accessed. 25.02.2016

<sup>4</sup> Michael D. Coogan (6. ed) *World Religions*, London: Duncn Baird Publisher, 2003, P.58.

James Parkes, *The Foundation of Judaism and Christianity* (London: Vallentine. Mitchell, 1960), P.227.

<sup>6</sup> نفس مصدر وصفہ۔

<sup>7</sup> نفس مصدر وصفہ۔

Parkes, *The Conflict of Church and Synagogue*. (London: Vallentine. Mitchell, 1934), <sup>8</sup> P.402ff.

<sup>9</sup> کتاب مقدس، (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، ۲۰۱۰)، متی: ۵: ۱۷-۱۸۔

J. Macquarries, *Jesus Christ in Modern Thoughts*. (London: SCM, 1990.), PP. 421-22. <sup>10</sup>

<sup>11</sup> متی: ۱۲: ۱۵-۱۶۔

Parkes, *The Foundation of Judaism and Christianity*, P. 147. <sup>12</sup>

<sup>13</sup> متی: ۲۱: ۹-۱۱؛ مرقس: ۱۱: ۱-۱۱؛ لوقا: ۱۹: ۲۸-۳۰؛ یوحنا: ۱۲: ۱۳، ۱۳: ۱۹۔

<sup>14</sup> Coogan. D, P.85.

<sup>15</sup> متی: ۲۱: ۱۲-۱۳، ۲۳: ۱۳-۲۸؛ مرقس: ۱۱: ۱۵-۱۹، ۱۲: ۳۰؛ لوقا: ۱۹: ۲۵-۲۸، ۱۱: ۳۹-۴۰؛ یوحنا: ۲: ۱۳-۲۲۔

<sup>16</sup> متی: ۲۷: ۲-۳؛ مرقس: ۱۵: ۱۶-۲۰؛ یوحنا: ۱۹: ۲-۳۔

Coogan. D, P. 16, Hug Goddoard, *A History of Christian-Muslim Relations*, <sup>17</sup> (Edinburgh: Edinburgh University Press, 2000.) P. 190.

<sup>18</sup> Fisher, P. 307.

<sup>19</sup> متی: ۲: ۲۱-۲۲؛ لوقا: ۲: ۷۔

<sup>20</sup> لوقا: ۲: ۱۰-۱۲۔

<sup>21</sup> متی: ۲: ۹۔

<sup>22</sup> متی: ۱۲: ۱-۱۲؛ مرقس: ۱: ۸؛ لوقا: ۳: ۱۸؛ یوحنا: ۱: ۱۹-۲۸۔

<sup>23</sup> متی: ۱۳: ۱۳-۱۴؛ مرقس: ۱: ۱۱-۱۹؛ لوقا: ۳: ۲۱-۲۲۔

<sup>24</sup> متی: ۲۸: ۱-۷؛ مرقس: ۱۶: ۱-۱۰؛ لوقا: ۲۴: ۱۲-۱۴؛ یوحنا: ۲۰: ۱-۱۰۔

<sup>25</sup> Coogan, D. P. 59

<sup>26</sup> متی: ۱۳: ۱-۱۳؛ لوقا: ۱۶: ۱۸، ۲۸: ۱۸، ۲۲: ۱-۲۳، ۲۴: ۲۶، ۲۵: ۲۶، ۳۱: ۲۶، ۲۸: ۲۰؛ مرقس: ۴: ۱-۲۳، ۸: ۲۷-۳۱، ۹: ۹؛

۱۳: ۳۶، ۱۶: ۱۶-۱۹؛ لوقا: ۸: ۲۱-۲۴، ۱۵: ۱۸، ۲۱: ۲۱-۲۴، ۱۹: ۳۶-۳۹، ۳۰: ۳۶-۳۹۔

<sup>27</sup> یوحنا: ۷: ۲۵-۲۹، ۲۰: ۱۹-۲۳؛ کرنتھیوں: ۱۶: ۲۲؛ گلتیوں: ۲۳: ۴؛ تھسلونیکیوں-I: ۴: ۱۳، ۵: ۱؛ تھسلونیکیوں-II: ۱: ۵، طس: ۲: ۱۱؛

عبرانیوں: ۱۰: ۳۷؛ پطرس: ۳: ۴، ۷: ۱۔

<sup>28</sup> مکاشفہ: ۴: ۲-۹۔

<sup>29</sup> نفس مصدر، ۱۹: ۱۱-۱۵۔

<sup>30</sup> متی: ۲۶: ۶۴؛ تھسلونیکیوں-II: ۱: ۷؛ پطرس: ۴: ۱۴۔

<sup>31</sup> دانیال: ۷: ۹-۱۴۔

<sup>32</sup> یسعیاہ، ۹: ۶-۷؛ دانیال، ۷: ۲۶-۲۷۔

<sup>33</sup> Fisher, P. 337.

<sup>34</sup> Parkes, *The Foundation of Judaism and Christianity*, P. 157.

<sup>35</sup> Paul F. Knitter, *The Myths of Christian Uniqueness: Towards a pluralistic theology of religion*, (New York: Orbis Book, 1987.), PP. 192-93.

<sup>36</sup> James Melvin Washington. (ed), (San Francisco: Herper & Row, 1986.), 16ff.

<sup>37</sup> Bakol wa Illunga, *Paths of Leberation: A third World Sprituality*, (New Yourk: Orbis Book, 1984.), P. 92.

<sup>38</sup> متی، ۱۳: ۲۶-۳۰۔

<sup>39</sup> نفس مصدر، ۱۳: ۳۷-۴۳۔

<sup>40</sup> نفس مصدر، ۱۳: ۴۷-۴۹۔

<sup>41</sup> القرآن، ۴۰: ۱۶۔

<sup>42</sup> القرآن، ۵۴: ۵۵۔

<sup>43</sup> Coogan D., PP. 84-85.

<sup>44</sup> متی، ۱۳: ۳۱؛ مرقس، ۴: ۳۰-۳۱؛ لوقا، ۱۳: ۱۹-۱۹۔

<sup>45</sup> متی، ۱۳: ۳۳؛ لوقا، ۱۳: ۲۰-۲۲۔

<sup>46</sup> متی، ۱۳: ۴۴-۴۶۔

<sup>47</sup> متی، ۲۰: ۱-۱۶۔

<sup>48</sup> متی، ۱۸: ۱۹؛ مرقس، ۱۲: ۱۲؛ لوقا، ۹: ۴۶-۴۸؛ ۱۸: ۱۵-۱۷۔

<sup>49</sup> متی، ۱۹: ۱۶-۲۰؛ مرقس، ۱۰: ۱۷-۲۱؛ لوقا، ۱۸: ۱۸-۳۰۔

<sup>50</sup> القرآن، ۷: ۴۱۔

<sup>51</sup> متی، ۲۳: ۱۳؛ مرقس، ۱۲: ۴۰؛ لوقا، ۱۱: ۳۹-۴۰، ۲۰: ۲۷۔

<sup>52</sup> متی، ۲۵: ۳۱-۳۸۔

<sup>53</sup> القرآن، ۹۰: ۱۱-۲۰۔

<sup>54</sup> Goddard, P. 84.

<sup>55</sup> نفس مصدر و صفحہ۔

<sup>56</sup> دانیال، ۷: ۳-۷۔

<sup>57</sup> [http://www.religioustolerance.org/chr\\_ntb59.html](http://www.religioustolerance.org/chr_ntb59.html), accessed 25-02-2016.

<sup>58</sup> امام مسلم، الجامع الصحیح، دارالخیل، بیروت، کتاب الفتن، 9: حدیث 7460

<sup>59</sup> Fisher, P. 442.

<sup>60</sup> نفس مصدر و صفحہ۔

<sup>61</sup> تھلسنکیوں-I، ۴: ۱۷۔

<sup>62</sup> Fisher, P. 443.

<sup>63</sup> [https://en.wikipedia.org/wiki/Unidentified\\_flying\\_object](https://en.wikipedia.org/wiki/Unidentified_flying_object)

<sup>64</sup> نفس مصدر۔

<sup>65</sup> نفس مصدر۔

<sup>66</sup> نفس مصدر۔

<sup>67</sup> S. Barkat Ahmad, Muhammad & The Jews, اردو ترجمہ از مشیر الحق، رسول اکرم اور یہود حجاز (نئی دہلی: لبرٹی آرٹ

پریس، زیر نگرانی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۵)، ص ۱۹۰۔

<sup>68</sup> Fisser, PP. 344-45.

<sup>69</sup> P. 451ff. نفس مصدر،

<sup>70</sup> اعمال، ۹: ۱-۷، ۲۲: ۶-۱۲۔

<sup>71</sup> Stuart M. Matlins and Arthur J. Magida (ed), How to be a perfect stranger: The Essential Religious Etiquette Handbook, 4<sup>th</sup> Ed., (Vermont: Skylight Path Publishing, 2000.), PP. 206-7.

<sup>72</sup> Fisher, P. 454.

<sup>73</sup> نفس مصدر و صفحہ۔

<sup>74</sup> -Matlin and Magida, P. 310.

<sup>75</sup> متی، ۲۴: ۳۶-۴۴؛ مرقس، ۱۳: ۳۲-۳۷؛ لوقا، ۱۷: ۲۶۔

<sup>76</sup> Fisher, P. 344

<sup>77</sup> -P. 325. نفس مصدر،